قرآن حکیم میں واحد و جمع کے اسلوب کا اعجاز، صفوۃ التفاسیر کا اختصاصی مطالعہ

The Miraculous Significance of the Singular and Plural Usage in the Noble Qurʾān: A Specialized Study of Ṣafwat al-Tafāsīr”

Maria Khalid
MPhil Research Scholar, Department of Quran and Tafseer,
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Lecturer in Islamic Studies,
Govt Associate College for Women, Kallar Syedan, Rawalpindi
Email: mariasaqib111@gmail.com
Dr Muhammad Tayyab Khan
Assistant professor,
Department of Quran and Tafseer,
Faculty of Arabic and Islamic Studies, AIOU, Islamabad
Email: muhammad.tayyab1@aiou.edu.pk

Abstract
The Holy Qur’an, as the final revelation from Allah Almighty, embodies an infinite reservoir of knowledge, wisdom, and divine secrets within its letters and words. Each Qur’anic expression reflects a miraculous linguistic and semantic precision that continually opens new avenues of reflection, contemplation, and insight. As the Kitāb Mubīn, the Qur’an stands unparalleled in its structure and eloquence, being the sacred word of Allah, the All-Mighty and the All-Wise.Those who denied the Qur’an and labeled it asāṭīr al-awwalīn were challenged to produce a book, ten verses, or even a single verse comparable to it, yet they failed, thereby affirming the Qur’an’s inimitable nature. Classical and contemporary exegetes have extensively highlighted various dimensions of Qur’anic miracle, including the profound wisdom underlying its precise choice of singular and plural forms. Each instance of singular or plural usage carries a distinct rationale, interpretive justification, and miraculous aspect.This article focuses on Ṣafwat al-Tafāsīr, a renowned Qur’anic exegesis authored by Shaykh Muḥammad ʿAlī al-Ṣābūni, distinguished for its clarity, conciseness, and comprehensive approach. One of the primary objectives of this tafsīr was to cultivate Qur’anic understanding among the youth through an engaging, accessible, and intellectually responsive style aligned with contemporary needs. Within this framework, the study examines the wisdom and interpretive insights related to the Qur’an’s use of singular and plural expressions, as

presented in Ṣafwat al-Tafāsīr, highlighting an important aspect of Qur’anic linguistic miracle.

Keywords: Qur’anic Linguistics, Singular and Plural Forms, Qur’anic Miracle (Iʿjāz al-Qur’an), Ṣafwat al-Tafāsīr

قرآن کریم اللہ جل شانہ کی جانب سے وہ منزل کتاب ہے جس کے حروف اور الفاظ اپنے اندر علوم و معارف اور اسرار و حکم کا لامحدود و لامتناہی خزانہ رکھتے ہیں جو قرآن پاک کے اعجاز کو عیاں کرتے ہوئے تفکر و تدبر اور حکمت و بصیرت کے نئے در وا کرتے ہیں۔کتاب مبین کی آیات کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ اپنی بناوٹ میں نہایت شاندار اور بے مثال حیثیت کا حامل ہے کیونکہ یہ اللہ عزیز و حکیم کی نازل کردہ کتاب مقدس ہے۔اسی بنا پر قران مجید کا انکار کرنے والوں اور اس پر اساطیر الاولین کا بہتان عظیم لگانے والوں کو جب اس جیسی کتاب، دس آیات یا کوئی ایک آیت ہی بنانے کا چیلنج دیا گیا تو وہ قرآنی اعجاز کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے اور ناکام ہو نامراد رہے۔متقدمین و متاخرین مفسرین کرام نے اپنی اپنی تفاسیر میں قرآن پاک کے الفاظ کی بناوٹ اور اس میں پوشیدہ معجزاتی کرشموں کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے انہی میں سے ایک موضوع واحد اور جمع کا قرآنی اسلوب اور ان الفاظ میں موجود حکمتوں کا بیان بھی ہے کسی لفظ کا واحد یا جمع کے طور پر ذکر ہونا اپنے اندر ایک مستقل حکمت، علت ،توجیہ اور معجزاتی پہلو رکھتا ہے گویا قرآن حکیم علوم و معارف کا ایک ایسا بحر بیکراں ہے جس کی وسعت اور حدود لامتناہی ہیں اور جس کا کوئی مثل اور ثانی نہیں۔"صفوۃ التفاسیر" عربی زبان میں لکھی جانے والی ایک ایسی عمدہ تفسیر ہے جس کا سہل انداز بیاں اختصار و جامعیت کی خصوصیات کا حامل ہے۔شام کے شہر سے تعلق رکھنے والے شیخ محمد علی الصابونی رحمہ اللہ نے تفسیر ہذا کی تالیف کے اسباب میں سے ایک سبب نوجوانان امت میں قرآن فہمی کا جذبہ بیدار کروانا بیان کیا ہے یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب تفسیر کا اسلوب بیان دلچسپ، انسانی قلوب و اذہان میں وارد ہونے والے سوالات کے جوابات کی فراہمی اور دور حاضر کی روح سے مناسبت رکھتے ہوئے طوالت و فنی پیچیدگیوں سے خالی ہو۔علامہ صابونی نے ان امور کی رعایت کے تحت یہ تفسیر قلم بند کی۔اس آرٹیکل میں قرآنی آیات کے واحد اور جمع کے الفاظ میں موجود اعجاز حکمتوں اور توجیہات کو پیش کیا جاتا ہے۔

تمہید

کسی بھی زبان میں تعداد کے اظہار کے لیے واحد اور جمع کا استعمال لازمی عنصر ہے لیکن عربی زبان کا یہ خاصا اور امتیاز ہے کہ اس میں واحد اور جمع کے علاوہ تثنیہ بھی مستقل اور منظم طور پر علیحدہ سے استعمال ہوتا ہے۔قرآن کریم کے نظم میں غور و فکر کرنے سے عجائب و معجزات قرآنی کے ایسے پہلو آشکار ہوتے ہیں جن سے

عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے جیسا کہ قرآنی آیات میں مفرد، مثنی اور جمع کے الفاظ کبھی اپنے ظاہری معانی بیان کرتے ہیں تو کبھی اس کے برعکس مفرد بول کر جمع یا جمع بول کر مفرد کے مرادی معانی کی طرف عدول کر جاتے ہیں اسی طرح جمع ذکر کر کے تثنیہ، واحد ذکر کر کے تثنیہ یا تثنیہ ذکر کر کے جمع کے معانی دیتے ہیں۔ یہ اسلوب بیاں قرآن کے معنوی اور بلاغی نکات کی طرف توجہ مرکوز کرواتا ہے۔ قرآن کے لامتناہی علمی اعجاز میں سے ایک پہلو اس طور پر دکھائی دیتا ہے کہ قرآن کے کچھ الفاظ مثنی اور جمع کے علاوہ ہمیشہ مفرد استعمال ہوتے ہیں جیسے النور، النار، الارض، کچھ مفرد اور مثنی کے علاوہ ہمیشہ جمع کے طور پر آتے ہیں جیسے الظلمات الالباب، اکواب، کچھ الفاظ واحد اور جمع دونوں صورتوں میں موجود ہیں جیسے الریح اور الریاح، السماء اور السموات، ایسے ہی کچھ الفاظ واحد، تثنیہ اور جمع تینوں صورتوں میں وارد ہوتے ہیں جیسے المشرق والمغرب۔ ان میں پائی جانے والی حکمتوں کو قرآن میں غور و فکر کرنے اور ذوق سلیم رکھنے والا شخص ہی پہچان سکتا ہے علاوہ ازیں یہ حکمت اور لطیف نکتہ بھی سامنے آتا ہے کہ اگر ان کو حقیقی معانی پر محمول کیا جاتا تو نص قرآنی میں موجود مفہوم اپنی اصل پر قائم نہ رہتا۔

ذیل میں درج بالا نکات کی چند قرآنی امثلہ ذکر کی جاتی ہیں:

جمع سے واحد کی طرف عدول

﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ واعيةٌ﴾[1]

(تاکہ ہم اس کو تمہارے لیے نصیحت بنائیں اور اس کو یاد رکھے یاد رکھنے والا کان)

اس ایت مبارکہ میں "اذن" کان جمع کی بجائے واحد اور بطور نکرہ ذکر ہوا ہے اس کی علت سن کر یاد نہ رکھنے والوں کی قلت پر زجر و توبیخ مقصود ہے کیونکہ عبرت و نصیحت کو سننے اور سمجھنے والے لوگ بہت کم ہیں اگر ایک فرد بھی اس کو بغور سنے اور یاد رکھے تو وہ ایک بڑی جماعت کی ہدایت کا سبب بن سکتا ہے۔

تفسیر رازی میں صیغہ واحد کی علت

علامہ فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں واحد کا لفظ ذکر کرنے کی مذکورہ بالا علت بیان کی ہے:

" لِمَ قَالَ أُذُنٌ واعِيَةٌ عَلَى التَّوْحِيدِ وَالتَّنْكِيرِ؟ قُلْنَا: لِلْإِيذَانِ بِأَنَّ الْوُعَاةَ فِيهِمْ قِلَّةٌ، وَلِتَوْبِيخِ النَّاسِ بِقِلَّةِ مَنْ يَعِي مِنْهُمْ، وَلِلدَّلَالَةِ عَلَى أَنَّ الْأُذُنَ الْوَاحِدَةَ إِذَا وَعَتْ وَعَقَلَتْ عَنِ اللَّهِ فَهِيَ السَّوَادُ الْأَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ، وَأَنَّ مَا سواه لَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِمْ، وَإِنِ امْتَلَأَ الْعَالَمُ مِنْهُمْ"[2]

(أُذُنٌ واعِيَةٌ واحد اور نکرہ کے طور پر کیوں کہا گیا؟ ہم نے کہا کہ ان میں محفوظ رکھنے والے کانوں کی قلت ہے اور لوگوں پر توبیخ کرنے کے لیے کہ ان میں بات کو سن کر محفوظ رکھنے والے کم ہیں اور اس بات پر دلالت کے لیے کہ

ایک کان جو یاد رکھے اور سمجھ جائے اللہ کے نزدیک ایک بہت بڑی جماعت کی مانند ہے اور اس کے علاوہ لوگوں کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اگرچہ دنیا ان سے بھری ہوئی کیوں نہ ہو۔)

تثنیہ سے واحد کی طرف عدول

کبھی دو چیزوں کے درمیان ملازمت اور مصاحبت کی بنا پر ان کو ایک ہی چیز تسلیم کرتے ہوئے تثنیہ کی بجائے واحد ذکر کیا جاتا ہے۔ سورۃ التوبہ میں اللہ اور اس کے رسول کے لیے تثنیہ ھما ضمیر کی بجائے واحد کی ضمیر بیان کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضامندی باہم لازم و ملزوم ہیں۔ در حقیقت یرضوہ بمعنی "یرضوھما" ہے۔

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ‌ۚ-وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ ﴾[3]

(وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے سامنے تاکہ وہ تمہیں خوش کریں جبکہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ لوگ اسے راضی کریں)

تفسیر الکشاف میں ضمیر واحد کی علت

علامہ زمخشری نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی رضا کو یکساں گردانتے ہوئے ضمیر واحد "یرضوہ" کی مذکورہ بالا علت بیان کی ہے:

"و إنما وحد الضمير لأنه لا تفاوت بين رضا الله ورضا رسوله صلى الله عليه وسلم، فكانا في حكم مرضيّ واحد"[4]

(اور در حقیقت ضمیر کو واحد اس لیے لایا گیا کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی میں کوئی فرق نہیں ہے پس وہ دونوں ایک ہی رضا کے حکم میں ہیں۔)

اسی طرح سورۃ المؤمنون میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام دونوں کے لیے صیغہ تثنیہ کی بجائے واحد ذکر ہوا۔

﴿وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً﴾[5]

(اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں دونوں کو نشانی بنادیا)

یہاں آیۃً کا لفظ آیتین تثنیہ کی بجائے واحد ذکر ہوا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کا معاملہ ایک ہی تھا وہ بغیر باپ کے اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے۔

کما قال تعالیٰ فی مقام اخر:

﴿ وَ الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾[6]

(اور وہ عورت جس نے اپنی عزت کی حفاظت کی پس ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی اور اس کو اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کے لیے نشانی بنادیا)

جمع سے تثنیہ کی طرف عدول

سورۃ الحجرات میں تثنیہ بول کر جمع مراد لیا گیا ہے۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾[7]

(درحقیقت مومن بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرواؤ)

اس آیت میں اَخَوَيْكُمْ کا لفظ تثنیہ ذکر ہوا لیکن اس میں جماعت مراد ہے تثنیہ ذکر کرنے کی علت یہ ہے کہ کم از کم لڑائی دو لوگوں کے درمیان ہوتی ہے جب اقل عدد میں صلح کا حکم آیا تو اکثر میں بطریق اولی یہ حکم لاگو ہو گا۔

صیغہ تثنیہ میں علامہ زمخشری کی توجیہ

صاحب الکشاف کے قول سے بھی مذکورہ بالا علت کی تائید ہوتی ہے۔

"فلم خص الاثنان بالذكر دون الجمع؟ ----- في شقاق الاثنين"[8]

(جمع کی بجائے تثنیہ کے ساتھ ذکر کو خاص کیوں کیا گیا؟ میں کہتا ہوں کیونکہ کم از کم لڑائی جھگڑا دو لوگوں کے درمیان ہی واقع ہوتا ہے پس جب کم سے کم تعداد میں صلح کو لازم قرار دیا تو زیادہ لوگوں کے درمیان صلح کروانا اس سے بھی زیادہ لازمی ہو گا کیونکہ زیادہ لوگوں میں لڑائی کا فساد دو لوگوں میں لڑائی کے فساد سے زیادہ ہوتا ہے۔)

واحد سے جمع کی طرف عدول

بعض اوقات کسی چیز یا شخص کی قدر و منزلت اور شان کی مناسبت سے واحد کی بجائے جمع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جیسے موسی علیہ السلام کی زوجہ کے لیے ضمیر جمع ذکر کی گئی۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ[9]

(جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا بے شک میں نے ایک آگ دیکھی ہے عنقریب میں تمہارے پاس اس بارے کوئی خبر لاتا ہوں)

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی کے علاوہ وہاں کوئی اور شخص موجود نہ تھا لیکن واحد کی بجائے ضمیر جمع مخاطب "کم" کا ذکر کر کے موسی علیہ السلام کی بیوی کی شان اور تعظیم کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ضمیر جمع کی علت

علامہ آلوسی نے بھی ضمیر جمع کی درج بالا علت بیان کی ہے۔

"وجمع الضمير إن صح أنه لم يكن معه عليه السلام غير امرأته للتعظيم وهو الوجه في تسمية الله تعالى شأنه امرأة موسى عليه السلام بالأهل مع أنه جماعة الأتباع"[10]

(اور ضمیر کا جمع لانا اگر یہ بات صحیح ہو کہ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی کے علاوہ کوئی نہ تھا، تعظیم کے لیے ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کو اہل کا نام دیا باوجود اس کے کہ اہل کا لفظ اتباع کرنے والوں کی جماعت کے لیے آتا ہے۔)

جمع سے واحد کی طرف عدول

قرآن میں آیات کے سیاق وسباق کی رعایت رکھتے ہوئے کبھی جمع سے مضمون واحد کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

كما فى القرآن:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ۔۔ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى....الخ[11]

(جس دن تم سب اسے دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی عورت اسے بھول جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا۔۔۔۔اور تم دیکھو گے لوگوں کو نشے کی حالت میں)

اس آیت میں چونکہ پہلی رویت زلزلے سے متعلق ہے جسے سب دیکھیں گے تو جمع کے صیغے سے مخاطب کیا گیا جبکہ اس کے بعد لوگ نشے کی سی کیفیت میں ہوں گے لہذا دوسری رویت کو صیغہ واحد سے مخصوص کیا گیا تاکہ ہر شخص انفرادی طور پر دیکھ سکے۔

"لم قيل أوّلا: ترون، ثم قيل: ترى، على الإفراد؟ قلت: لأنّ الرؤية أوّلا علقت بالزلزلة فجعل الناس جميعا رائين لها، وهي معلقة أخيرا بكون الناس على حال السكر، فلا بد أن يجعل كل واحد منهم رائيا لسائرهم"[12]

(پہلی بار "ترون" کیوں کہا گیا پھر مفرد کے طور پر "تری" کہا گیا؟ میں کہتا ہوں کیونکہ پہلی بار کا دیکھنا زلزلے سے متعلق ہے پس تمام لوگ اس کو دیکھیں گے اور دوسری بار کا دیکھنا لوگوں کا نشے کی حالت میں ہونے کے ساتھ متعلق ہے پس ضروری تھا کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے لیے دیکھنے والا بنایا جائے)

موضوع تحقیق کے بنیادی سوالات

1۔ قران میں واحد اور جمع کا اسلوب و منہج کیا ہے؟

2۔ یہ اسلوب قرآن کے علمی اعجاز پر کس انداز سے روشنی ڈالتا ہے؟

3۔ کیا قرآن میں واحد، تثنیہ اور جمع کے الفاظ ایک دوسرے کی طرف عدول کرتے ہیں نیز عدول کرنے کی غرض وغایت اور حکمت کیا ہے؟

صفوۃ التفاسیر کے تفسیری فوائد و لطائف میں واحد اور جمع کے الفاظ میں موجود حکمتوں اور توجیہات کو کس انداز میں بیان کیا گیا ہے اور ان کی کیا نوعیت ہے؟

واحد، تثنیہ، جمع کی لغوی و اصطلاحی تعریفات

لغوی اعتبار سے واحد اس اسم کو کہا جاتا ہے جو ایک فرد یا ایک حقیقت پر دلالت کرے، جبکہ جمع اس اسم کو کہتے ہیں جو ایک سے زیادہ افراد یا متعدد صورتوں پر دلالت کرے۔

امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں:

واحد کی تعریف

"الوحدة: الانفراد، والواحد في الحقيقة هو الشيء الذي لا جزء له البتّة، ثمّ يطلق على كلّ موجود "[13]

(واحد، انفراد سے مراد وہ چیز ہے جس کا کوئی جز نہیں، پھر اس کا اطلاق ہر موجود چیز پر بھی کیا جاتا ہے)

تثنیہ کی تعریف

"الثَّنْي والاثنان أصل لمتصرفات هذه الكلمة، ويقال ذلك باعتبار العدد، أو باعتبار التكرير الموجود فيه أو باعتبارهما معا، قال الله تعالى: ثانِيَ اثْنَيْنِ" [14]

(الثّني اور الاثنان اس کلمہ کی صرفی شکلوں کے لیے اصل ہیں کبھی یہ عدد کے طور پر کہا جاتا ہے اور کبھی اس میں موجود تکرار کے اعتبار سے اور کبھی ان دونوں کے اعتبار سے ایک ساتھ کہا جاتا ہے اللہ تعالی نے فرمایا دو میں سے دوسرا)[15]

جمع کی تعریف

"الجَمْع: ضمّ الشيء بتقريب بعضه من بعض، يقال: جَمَعْتُهُ فَاجْتَمَعَ، وقال عزّوجل: وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ، القيامة،75:9 .وَجَمَعَ فَأَوْعى ،المعارج،70:18 ۔ جَمَعَ مالًا وَعَدَّدَهُ الهمزة،104:2 "[16]

(الجمع: شے کا ملانا اس کے بعض حصے کو بعض کے قریب کرنا۔ کہا جاتا ہے: میں نے اسے جمع کیا پس وہ جمع ہو گیا اور اللہ تعالی فرماتے ہیں: اور سورج اور چاند کو جمع کیا گیا، اور اس نے جمع کیا پس اسے محفوظ کیا، اس نے مال جمع کیا پھر اس کو گن گن کر رکھا)

النحو الواضح في قواعد اللغة العربيه میں واحد اور جمع کی تعریف یوں کی گئی ہے:

الاسم ينقسم ثلاثة أقسام: مُفْرَدٍ، ومُثَنًّى، وَجَمعٍ، فالمفرد ما دل على شيء واحد

والمثنى ما دل على شيئين اثنين بزيادة ألف ونون أو ياء ونون في آخره.
والجمع ما دل على أكثر من اثنين. [17]

(اسم تین اقسام پر تقسیم کیا جاتا ہے مفرد، مثنی اور جمع، پس مفرد وہ ہے جو ایک چیز پر دلالت کرے اور مثنی وہ ہے جو دو چیزوں پر دلالت کرے اس کے آخر میں الف نون یا یا نون کی زیادتی کے ساتھ اور جمع وہ ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے)

خلیل بن احمد الفراہیدی جمع کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"الجمع مصدر جمعت الشيئ، والجمع ايضا اسم لجماعة الناس۔۔۔والمجمع حيث يجمع الناس" [18]

(جمع مصدر ہے میں نے چیز کو جمع کیا اور جمع لوگوں کے اکٹھا ہونے کا نام بھی ہے اور مجمع وہ جگہ جہاں لوگوں کو جمع کیا جائے)

واحد و جمع کے قرآنی اسلوب میں مضمر ثمرات

قرآنِ حکیم میں واحد اور جمع کا اسلوب محض صرفی تقاضوں پر محمول نہیں ہے بلکہ یہ انتخاب سیاق و سباق سے مطابقت رکھتے ہوئے گہری وسعت، معنویت، لطافت، حکمت و بصیرت اور حصول ہدایت کا عظیم شاہکار ثابت ہوتا ہے۔ جو وحی الہی کے اعجاز کا حقیقی مظہر ہے۔ قرآنی اسلوب میں واحد اور جمع کے الفاظ عددی اظہار کے ساتھ ساتھ سیاق و سباق کے مطابق مفہوم میں تعظیم و تحقیر، وسعت و تحدید یا دوام اور تکرار جیسے معانی بھی پیدا کرتے ہیں۔

جمع بطور تعظیم و تکریم

بعض آیات میں اللہ جل شانہ کے لیے صیغہ واحد کی بجائے جمع کا ذکر ذات باری تعالی کی عظمت و شان پر دلالت کے اظہار کے لیے ہے کیونکہ اس ذات سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ و ارفع نہیں ہے۔ قرآن پاک میں جہاں اللہ جل شانہ کے لیے واحد کا صیغہ توحید پر دلالت کے لیے جبکہ جمع کا صیغہ تعظیم پر دلالت کے لیے آیا ہے۔ کلام عرب میں بھی یہ اسلوب دکھائی دیتا ہے کہ کسی شخص کی عزت اور تعظیم کے طور پر اس کے لیے واحد کی بجائے جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔

سورۃ الکوثر میں جمع متکلم کی ضمیر علو مرتبت پر دلالت کرتی ہے:

اِنَّاۤ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ [19]

(بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی)

واحد بطور تحقیر

بسا اوقات صیغہ واحد کی غرض مقابل کی تحقیر و مذمت بیان کرنا ہوتی ہے۔

إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ[20]

(در حقیقت وہ تو ایک ہی معبود ہے)

یہاں ھو ضمیر واحد اور آلہ کی صفت "واحد" مشرکین کے معبودان باطلہ کے تصور کثرت کی تحقیر اور نفی کے لیے آیا ہے۔

واحد بطور کثرت

کبھی مفرد لفظ ذکر کر کے کثرت اور وسعت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا[21]

(اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے)

اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں لیکن یہاں نعمت کا لفظ بطور واحد ذکر کر کے اس کی جنس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو جملہ نعمتوں کی وسعت اور کثرت کو بیان کرتا ہے۔

جمع بطور تنوع

بعض اوقات قرآن پاک میں جمع کا صیغہ وسعت و تنوع بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

کما قال تعالیٰ

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ-فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ[22]

(اس جنت کی مثال جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا اس میں پانی کی ایسی نہریں ہیں جو کبھی خراب نہ ہوں)

اس آیت میں انھار بطور جمع نہروں کی مختلف انواع کی طرف مشیر ہے جو آیت کے اگلے حصے میں بیان کی گئی ہیں۔

صفوۃ التفاسیر کے اسالیب سبعہ

شیخ محمد علی الصابونی نے صفوۃ التفاسیر کو درج ذیل سات اسالیب کے تحت مرتب کیا ہے ان میں سے آخری اسلوب الفوائد واللطائف میں ذکر کردہ بعض تفسیری فوائد و لطائف صیغہ واحد و جمع کے انتخاب میں پائے جانے والی حکمتوں اور توجیہات پر روشنی ڈالتے ہیں البتہ یہ تثنیہ کی بحث سے خالی ہیں۔ موضوع تحقیق کی تحدید چونکہ صفوۃ التفاسیر کے ساتھ کی گئی ہے لہذا اس آرٹیکل میں واحد اور جمع کو ہی زیر بحث بنایا گیا ہے۔ ذیل میں ان فوائد و لطائف کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ ذکر کیا جارہا ہے۔

1. ہر سورت کی تفسیر سے پہلے اس کا اجمالی تعارف، خلاصہ اور سورت کے بنیادی مضامین کی طرف اشارہ
2. آیات کے درمیان ربط اور مناسبت کا بیان
3. آیات میں موجودہ کلمات کی لغوی تحقیق اور کلام عرب سے استشہاد
4. سبب نزول کا بیان
5. آیات کریمہ کی تفسیر
6. آیات یں موجود بلاغی نکات کا بیان
7. آیات کریمہ کے فوائد اور لطائف کا بیان

درج بالا اسالیب میں سے آخری اسلوب میں مختلف الانواع تفسیری فوائد و لطائف کو خوبصورت انداز میں منقولات و معقولات سے مزین کر کے پیش کیا گیا ہے۔ انہی میں سے ایک قسم قرآن پاک میں واحد اور جمع کے الفاظ میں وارد حکمتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ جن کی تفہیم اور تفکر و تدبر دل و دماغ کے بند دریچوں کو کھولتا ہے اور قرآن کے اس اعجازی پہلو سے روشناس کرواتا ہے۔ نیز قرآنی الفاظ میں پائے جانے والی عددی علل و توجیہات سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

صفوۃ التفاسیر کے تفسیری فوائد و لطائف

نعبد و نستعین میں صیغہ جمع کی حکمت

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ[23]

(ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)

اس آیت مبارکہ میں واحد متکلم کی بجائے جمع متکلم کے صیغے لائے گئے ہیں تاکہ انسان عاجزی و انکساری کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے آپ کو جملہ مومنین کے ساتھ ملا کر بارگاہِ خداوندی میں مناجات کی جسارت کرے۔ گویا انسان اس بات کا معترف ہے کہ وہ ارتکاب معاصی کی وجہ سے اکیلا تجھ سے راز و نیاز کرنے سے قاصر ہے اگرچہ انفرادی طور پر مانگنے میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن اجتماعی طور پر دعا کی قبولیت کی زیادہ امید کی جاتی ہے، لہذا وہ مومنین کے ساتھ مل کر عبادت و مناجات کرتا ہے اور مدد کا طالب ہے۔

علامہ صابونی لکھتے ہیں:

"وردت الصيغة بلفظ الجمع نَعْبُدُ وَنَسْتَعِيْنُ ولم يقل "اِيَّاكَ أَعْبُدُ وَاِيَّاكَ اسْتَعِيْنُ" بصيغة المفرد وذلك للاعتراف بقصور العبد عن الوقوف في باب ملك الملوك فكأنه يقول: أنا

یا رب العبد الحقير الذليل، لا يليق بي أن أقف هذا الموقف في مناجاتك بمفردي، بل أنضم إلى سلك المؤمنين الموحدين فتقبل دعائي في زمرتهم فنحن جميعاً نعبدك ونستعين بك"[24]

(نَعْبُدُ اور نَسْتَعِيْنُ میں جمع کے لفظ کے ساتھ صیغہ وارد ہوا ہے اور یہ مفرد کے صیغے کے ساتھ یہ نہیں کہا "اِيَّاكَ أعْبُدُ وَ اِيَّاكَ اسْتَعِيْنُ " اور یہ بادشاہوں کے بادشاہ کے دروازے پر کھڑے ہونے سے قاصر ہونے کا اعتراف کرنے کے لیے ہے گویا کہ وہ کہتا ہے: اے میرے رب میں حقیر و ذلیل بندہ ہوں اور یہ میرے لائق نہیں کہ میں تجھ سے مناجات کرنے میں اکیلا اس مقام پر کھڑا ہو جاؤں بلکہ میں مومنین موحدین کے طریقے پر ملتے ہوئے تجھ سے دعا کرتا ہوں پس تو ان کے گروہ میں ہونے کی وجہ سے میری دعا قبول فرما پس ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

تفرقہ بازی کی ممانعت

قرآن مجید میں مسلمانوں کو صیغہ جمع سے مخاطب کرتے ہوئے اللہ کی رسی باہم مضبوط تھامنے اور تفرقہ میں مبتلا ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

واعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا-[25]

(اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو)

حصول فلاح میں اجتماعی توبہ کی اہمیت

سورۃ نور کی آیت میں صیغہ جمع سے حکم دیتے ہوئے مومنوں کو اجتماعی توبہ کی تلقین کی گئی ہے اور اس عمل کو کامیابی کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے جس سے اعمال صالحہ میں اجتماعیت کی ترغیب و اہمیت واضح ہوتی ہے:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [26]

(اور تم سب مل کر اللہ کے سامنے توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم فلاح پاؤ)

لفظ میثاق کو واحد ذکر کرنے کی حکمت

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ[27]

(اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے اوپر طور پہاڑ کو بلند کیا۔)

آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کو تورات کے احکامات دیے جانے اور انکار کی صورت میں رفع طور کے واقعہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یہ وہی میثاق اور عہد و پیمان تھا جو تورات کے احکامات پر عمل کرنے سے متعلق تھا بنی اسرائیل نے اپنے ازلی عناد و سرکش جبلت کی بنا پر اس میں ٹال مٹول اور حیلے بہانوں کا سہارا لینا چاہا پھر اللہ نے بطور

تنبیہ و تخویف گویا طور پہاڑ ان پر گرانا ہی چاہا جس پر بنی اسرائیل نے طوعاً و کرہاً وقتی طور پر اس عہد کی پاسداری کا وعدہ کیا۔ لیکن بعد میں اس سے انحراف کے مرتکب ہوئے۔

علامہ صابونی سوال اٹھاتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ میثاق کو واحد کیوں لایا گیا ہے جمع کے طور پر مواثیق کیوں نہیں لایا گیا؟ صیغہ واحد کی کیا حکمت ہے؟

پھر اس کا جواب ذکر کرتے ہیں:

یہاں اللہ رب العزت کی مراد ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ہی میثاق لینے کی ہے۔ یعنی ہر فرد سے علیحدہ علیحدہ میثاق نہیں لیا گیا جو دوسرے سے مختلف ہو بلکہ ہر ایک سے ایک ہی میثاق لیا گیا ہے لہذا یہاں جمع کی بجائے واحد کا استعمال زیادہ مناسب ہے نیز یہاں واحد بول کر جمع مراد لیا گیا ہے جو جنس پر دلالت کرتا ہے۔

"قال القفال:انما قال:میثاقکم ولم یقل مو اثیقکم لانه اراد میثاق کل واحد منکم"[28]

(قفال نے کہا: بے شک اللہ نے فرمایا: میثاقکم اور مو اثیقکم نہیں فرمایا کیونکہ اس نے تم میں سے ہر ایک سے میثاق کا ارادہ کیا ہے۔

اسی طرح سورۃ الغافر میں لفظ طفل کو واحد کے طور پر لا کر یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تم میں سے ہر ایک کو بچہ بنا کر نکالتا ہے۔

ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا[29]

(پھر تمہیں نکالتا ہے کہ تم بچے ہوتے ہو)

صاحب بحر المحیط اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"والطفل:اسم جنس اویکون المعنی(ثم یخرجکم)ای کل واحد منکم طفلا"[30]

("والطفل" اسم جنس ہے، یا یہ معنی ہے کہ "(پھر وہ تمہیں نکالتا ہے)" یعنی تم میں سے ہر ایک کو بچے کی حالت میں)

لفظ ریح اور ریاح کا فرق

وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ[31]

(اور ہواؤں کے چلنے میں اور آسمان وزمین کے درمیان مسخر کیے گئے بادلوں میں)

مظاہر قدرت میں سے ایک مظہر ہواؤں کا چلنا ہے اکثر و بیشتر ہوائیں اپنے ساتھ بارش لانے اور موسم کو خوشگوار بنانے کا کام دیتی ہیں لیکن بسا اوقات یہی ہوائیں تند و تیز رفتار سے آندھی، طوفان اور دیگر کئی نقصانات اور تباہیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ قوم عاد پر تیز آندھی کا طوفان سات راتوں اور آٹھ دن تک جاری رہا۔ قرآن پاک میں لفظ ریح واحد اور جمع (ریاح) دونوں طرح ذکر ہوا ہے۔ واحد کی صورت میں یہ لفظ عذاب کے

لیے جبکہ جمع کی صورت میں یہ لفظ رحمت کے طور پر آیا ہے اسی بنا پر۔ سورۃ البقرۃ کی درج بالا آیت میں لفظ ریاح جمع کے طور پر استعمال ہوا ہے کیونکہ یہاں خوشگوار ہواؤں کا تذکرہ ہے۔ علامہ صابونی دونوں پر بطور دلیل آیات پیش کرتے ہیں:

لفظ ریح بطور واحد

1:الرِّيحَ الْعَقِيمَ[32]

(بانجھ ہوا)

2:فَأُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ[33]

(پس وہ سخت سرکش ہوا سے ہلاک کیے گئے)

لفظ ریاح بطور جمع

1:وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ [34]

(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ خوشخبری والی ہوائیں بھیجتا ہے)

2:وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ[35]

(اور وہی ہے جو ہواؤں کو اس حال میں بھیجتا ہے کہ وہ آگے آگے اس کی رحمت کی خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں)

حدیث مبارکہ میں ہواؤں سے متعلق مذکور ہے:

أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا، يَقُولُ كَانَتِ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم"[36]

(حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: جب تیز ہوا چلتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خوف کے آثار دکھائی دیتے)

اس حدیث مبارکہ میں نفع مند اور خوشخبری والی ہوا کا ذکر نہیں ہے بلکہ سخت آندھی کا تذکرہ ہوا ہے اسی وجہ سے یہاں لفظ ریح بطور واحد مستعمل ہے۔

علامہ ابو حیان اندلسی تفسیر البحر المحیط میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"وجاءت في القرآن مجموعة مع الرحمة مفردة مع العذاب إلا في يونس في قوله (وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ) وفي الحديث : (اللهم اجعلها رياحاً ولا تجعلها ريحاً) ، قال ابن عطية : لأن ريح العذاب شديدة ملتئمة الاجزاء كانها جسم واحد وريح الرحمة لينة منقطعة فلذلك هي رياح ، وهو معنى ينشر"[37]

(اور قرآن میں "ریح" کا لفظ جمع کی صورت میں رحمت کے ساتھ اور مفرد صورت میں عذاب کے ساتھ آیا ہے سوائے سورۃ یونس میں اللہ تعالی کے اس فرمان (وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ) میں اور وہ ان کو خوشگوار ہوا کے ساتھ لے کر چلتی ہیں (اس آیت میں لفظ ریح مفرد ہے لیکن رحمت کی صورت میں آیا ہے اور حدیث میں آتا ہے: اے اللہ! اسے ریاح بنا اور اسے ریح مت بنا۔ ابن عطیہ نے کہا: "اس لیے کہ عذاب کی ہوا شدید اور اجزاء کی صورت میں ملی ہوئی ہوتی ہے، گویا کہ وہ جسم واحد کی مانند ہے، اور ہواء رحمت نرمی والی اور جدا جدا کیفیت رکھتی ہے اسی بنا پر اسے ہوائیں کہا جاتا ہے۔ اور یہی معنی ہے " ینشر " پھیلانے کا۔)

جملہ آسمانی کتب کے لیے صیغہ واحد کے استعمال کی وجہ

وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ [38]

(اور اس نے ان کے ساتھ سچی کتاب نازل کی)

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ و تعالی نے تمام انبیاء کی کتب کو صیغہ واحد سے تعبیر کیا ہے جبکہ تمام نبیوں کو ایک ہی کتاب نہیں دی گئی بلکہ متفرق کتب عطا ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً تمام لوگ ایک ہی جماعت تھے پھر آہستہ آہستہ فرقوں میں بٹ گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام آسمانی کتب کا خلاصہ اور بنیادی تعلیمات ایک ہی تھیں اور اصولی طور پر تمام آسمانی کتب ایک ہی شریعت پر مبنی تھیں۔

كما قال الله تبارك وتعالىٰ:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى [39]

(اس نے تم سب کے لیے دین کا وہی راستہ مشروع کیا جس کی تاکید نوح علیہ السلام کو کی تھی اور اے محمد جو ہم نے تمہیں وحی کی اور ہم نے جس کی تاکید کی ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو بھی)

علامہ صابونی لکھتے ہیں:

"عبر تعالى بصيغة الواحد عن كتب النبيين (وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ) للإشارة إلى أن كتب النبيين وإن تعددت هي في لبها وجوهرها كتاب واحد لاشتمالها على شرع واحد في أصله [40]

(اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی کتب کو واحد کے صیغے سے تعبیر کیا ہے۔ "وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ" تاکہ اشارہ دیا جا سکے کہ انبیاء کی کتب اگرچہ متعدد ہیں، لیکن اصلا ایک ہی شریعت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اپنے خلاصہ اور جوہری تعلیم میں سب ایک ہی ہیں)

تفسیر ابی السعود میں اس سے متعلق مذکور ہے:

"(كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً) متفقين على كلمة الحق ودين الإسلام . وكان ذلك بين آدم وإدريس أو نوح عليهم السلام أو بعد الطوفان (فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّنَ) أي فاختلفوا فبعث الخ

(وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ) أي جنس الكتاب أو مع كل واحد منهم ممن له كتاب كتابه الخاص به لا مع كل واحد منهم على الإطلاق إذ لم يكن لبعضهم كتاب و إنما كانوا يأخذون بكتب من قبلهم وعموم النبيين لا ينافي خصوص الضمير العائد إليه بمعونة المقام۔"[41]

(یعنی لوگ ایک ہی جماعت تھے، کلمہ حق اور دینِ اسلام پر متفق۔ یہ اتفاق آدم اور ادریس یا نوح علیہم السلام کے زمانے میں تھا، یا طوفانِ نوح کے بعد تھا۔ پھر اللہ نے نبیوں کو بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اتاری یعنی جنس کتاب، یا ان میں سے ہر ایک کے ساتھ جس کے پاس کتاب تھی، اس کی خاص کتاب نازل کی گئی، نہ کہ ان میں سے ہر نبی کے ساتھ کتاب اتاری، کیونکہ بعض انبیاء کے پاس اپنی الگ کتاب نہیں تھی بلکہ وہ اپنے سے پہلے نبیوں کی کتب کو ہی لیتے تھے۔ اور انبیاء کا عمومی ذکر اس ضمیر کی خصوصیت کے منافی نہیں ہے جو مقام کی مدد سے ان کی طرف لوٹ رہی ہے۔)

راہ حق کے لیے صیغہ واحد کا استعمال

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ[42]

(اور متفرق رستوں کی پیروی نہ کرو پس وہ راستے تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دیں گے)

آیت مبارکہ میں اللہ کے راستے کو صیغہ واحد (سبیل) جبکہ باطل اور گمراہی کے راستوں کو صیغہ جمع (سبل) کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ حق کا راستہ ایک ہی ہے جو سیدھا راستہ ہے جبکہ باطل کے کئی راستے ہیں اور شیطان کئی اطراف سے انسان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ علی ھذا القیاس قرآن پاک میں ظلمات کو جمع جبکہ نور کو واحد کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

"وحد تعالى (سبيله) لأن الحق واحد وجمع (السبل) لأن طرق الضلالة كثيرة ومتشعبة." [43]

(اللہ تعالیٰ نے اپنے رستے کو واحد ذکر کیا کیونکہ حق ایک ہی ہے اور باقی راستوں کو جمع ذکر کیا کیونکہ گمراہی کے راستے بہت زیادہ اور پیچیدہ ہیں)

حق کے واحد اور باطل کے متعدد راستوں کے بارے میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

"(وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ) : الطرق المختلفة في الدين من اليهودية والنصرانية والمجوسية وسائر البدع والضلالات (فَتَفَرَّقَ بِكُمْ) فتفرقكم أيادي سبا، عن سبيلة) : عن صراط الله المستقيم، وهو دين الإسلام." [44]

(اور مختلف راستوں کی پیروی نہ کرو دین میں مختلف راستے یہودیت اور عیسائیت اور مجوسیت اور تمام بدعات اور گمراہیاں ہیں بس وہ تمہیں جدا کر دیں گی یعنی وہ تمہیں اللہ کے سیدھے راستے سے "جو دین اسلام ہے" سے ٹکڑوں میں بانٹ دیں گی)

حدیث مبارکہ میں صراط مستقیم کی مثال

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،" فَخَطَّ خَطًّا، وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَمِينِهِ، وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَسَارِهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْخَطِّ الْأَوْسَطِ، فَقَالَ: هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ"، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِه (الأنعام :153:6) [45]

(حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے

آپ نے ایک خط کھینچا، پھر دو خط اس کے دائیں جانب اور دو خط اس کے بائیں جانب کھینچے پھر اپنا ہاتھ درمیان والے خط پر رکھا تو فرمایا: "یہ اللہ کا راستہ ہے" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور بے شک یہ میرا راستہ ہے سیدھا پس اس کی پیروی کرو اور متفرق رستوں کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے)

لفظ "سبل" پر وارد ہونے والا اشکال

مذکورہ بالا نکتہ میں باطل راستوں کے لیے صیغہ جمع کے لیے لفظ سبل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جبکہ قرآن پاک میں ایک مقام پر سلامتی کے راستوں کے لیے "سبل السلام" کا ذکر آیا ہے جو بطور جمع آیا ہے نہ کہ واحد۔

کما قال تعالیٰ:

يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ [46]

(اللہ اس کے ذریعے اس کو سلامتی کے راستوں کی طرف ہدایت دیتا ہے جس نے اس کی رضامندی کی پیروی کی)

اس اختلاف کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:

آیت بالا میں لفظ سبل کی اضافت السلام کی جانب ہے لہٰذا یہ لفظ یہاں خیر و سلامتی کے لیے مخصوص ہو گیا۔ نیز یہ واضح کرنا بھی مقصود ہے کہ راہ حق تو ایک ہی ہے لیکن اس تک پہنچنے کے متعدد راستے ہیں جو اسی کے ساتھ جا ملتے ہیں۔ البتہ قرآن پاک میں اکثر و بیشتر حق کے لیے صیغہ واحد ہی مستعمل ہے۔

اوامر میں مفرد اور منہیات میں جمع کا صیغہ لانے کی حکمت

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ[47]

(سو آپ استقامت اختیار کیجئے جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے)

آیت مبارکہ میں قرآنی بلاغت خوبصورت انداز میں دکھائی دیتی ہے کہ خیر و بھلائی کے کاموں کا حکم صیغہ واحد کے ذریعے دیا گیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے کیونکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے زیادہ نیکیوں پر کوئی حریص نہیں ہو سکتا اگرچہ اس کے عموم میں پوری امت شامل ہے۔ جب کہ عصمت انبیاء کی بنا پر امور شر سے اجتناب کے لیے واحد کا صیغہ نہیں لایا گیا بلکہ جمع کا صیغہ وارد ہوا جو پوری امت کے لیے ہے۔

شیخ صابونی لکھتے ہیں:

اللطيفة من البلاغة القرآنية، وهي أن الأوامر بأفعال الخير أفردت للنبي وإن كانت عامة في المعنى (فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ،وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ،وَ اصْبِرْ)وفي المنهيات جمعت للأمة (ولا تطغوا،وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ)هود،113:11[48]

(قرانی بلاغت کے لطائف میں سے ہے وہ یہ کہ خیر کے کاموں کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مفرد کے طور پر آیا ہے اگرچہ وہ معنی میں عمومیت رکھتا ہے جیسے: "آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہیے، اور نماز قائم کیجئے، اور صبر کیجئے" اور جن کاموں سے روکا گیا اس میں امت کے لیے جمع کو لایا گیا ہے جیسے "تم سرکشی نہ کرو اور ظالموں کی طرف نہ جھک جاؤ پھر تمہیں آگ چھوئے گی)

آیت مبارکہ میں ذکر کردہ صیغہ واحد و جمع کے اسلوب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت رفعت اور عصمت کا اظہار ہوتا ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام گناہوں سے پاک صاف اور معصوم ہوتے ہیں اور ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہو سکتا۔ بہر حال قرآن پاک کے کسی مقام پر اگر منہیات میں صیغہ واحد کا استعمال ہوا ہو تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اس حکم کی اہمیت اور تاکید کو اجاگر کرنا مقصود ہے اور آپ علیہ الصلواۃ والسلام کو آئندہ بھی اس کام سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے جبکہ اہتمام اور خصوصیت کے ساتھ پوری امت تک اس پیغام کو پہنچایا گیا ہے اور بالخصوص امت کو ہی اس کام کی ممانعت کی گئی ہے۔

جیسے سورۃ الاحزاب کی پہلی آیت مبارکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سے ڈرنے کا حکم اور کفار اور منافقین کی اطاعت نہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اس آیت میں ممانعت کے لیے بھی صیغہ واحد مستعمل ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ[49]

(اے نبی! اللہ سے ڈریے اور کفار اور منافقین کی اطاعت نہ کیجئے)

مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر معارف القرآن میں صیغہ واحد کی وجہ لکھتے ہیں:

"اس خطاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو حکم دیے گئے ایک خدا تعالی سے ڈرنے کا کہ مشرکین مکہ سے جو معاہدہ ہو چکا ہے اس کی خلاف ورزی نہ ہونی چاہیے دوسرے کفار و منافقین اور یہود کی بات نہ ماننے کا۔ یہاں جو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر گناہ سے معصوم ہیں پھر اس حکم کی ضرورت کیا پیش آئی؟ روح المعانی میں ہے کہ مراد ان احکام سے آئندہ بھی ان پر قائم رہنے کی ہدایت ہے۔۔۔ اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں اگرچہ خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مراد امت کو سنانا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم تھے." [50]

واحد اور جمع پر بیک وقت لفظ بشر کا اطلاق

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا[51]

(پس وہ بولے کیا ہم اپنے جیسے دو لوگوں پر ایمان لے آئیں)

قرآن مجید میں کئی مقامات پر لفظ بشر ذکر ہوا ہے اس کے معنی انسان کے ہیں۔ جس کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے یہ ایک مفرد لفظ ہے لیکن یہ بطور مفرد ہی جمع کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ اسم جنس ہے۔۔۔ علامہ صابونی واحد اور جمع دونوں کی قرآنی مثالیں بیان کرتے ہیں:

" لفظ البشر يطلق على الواحد والجمع، فمن إطلاقه على الواحد (فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا)مريم،17:19 (47:23 ---ومن إطلاقه على الجمع (فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا)مريم،26:19 (وما هي الا ذكرى للبشر)"المدثر،31:74[52]

(لفظ بشر کا اطلاق واحد اور جمع پر کیا جاتا ہے تو واحد پر اس کے اطلاق کی مثال ہے:"پس وہ اس کے سامنے صحیح سالم انسان بن کر ظاہر ہوا"۔۔۔ "اور جمع پر اس کے اطلاق کی مثال ہے:"پس اگر تم انسانوں میں سے کسی ایک کو دیکھو""اور نہیں ہے یہ مگر انسانوں کے لیے نصیحت")

تفسیر الکشاف میں بھی اس فائدے کو ذکر کیا گیا ہے:

"البشر يكون واحداً وجمعاً (بَشَرًا سَوِيًّا) مريم،17:۔ (لِبَشَرَيْنِ)المؤمنون،47 (فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا)"مريم،26:19۔ [53]

(بشر واحد اور جمع کے طور پر آتا ہے " صحیح سالم انسان" "دو لوگ" "پس اگر تم انسانوں میں سے کسی ایک کو دیکھو")

معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں بطور اسم جنس واحد کا لفظ بول کر جمع بھی مراد لیا گیا ہے جیسے سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔[54] (زمانے کی قسم بے شک انسان یقیناً نقصان میں ہے)

یہاں لفظ انسان واحد بول کر تمام انسانیت مراد لی گئی ہے کیونکہ انسان بطور اسم جنس استعمال ہوا ہے۔

نتائج تحقیق

1. صفوۃ التفاسیر شیخ محمد علی الصابونی رحمہ اللہ کی عربی زبان میں لکھی جانے والی ایک بہترین تفسیر ہے جس میں 225 تفسیری فوائد اور 62 تفسیری لطائف بھی ذکر کیے گئے ہیں۔
2. تفسیری فوائد و لطائف مختلف انواع و ابحاث پر مشتمل ہیں ان میں سے ایک قسم قرآنی آیات میں صیغہ واحد و جمع کے انتخاب کی حکمت اور علت بیان کرنا بھی ہے۔
3. علامہ محمد علی الصابونی نے واحد اور جمع کے صیغوں میں موجود اعجاز اور حکمتوں کو عقلی و نقلی انداز میں پیش کیا ہے۔
4. ان میں پوشیدہ حکمتیں اور توجیہات قرآن کی فصاحت و بلاغت اور معجزاتی پہلو کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ کلام الٰہی کی اصل منشاء و مراد تک رسائی فراہم کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔
5. قرآن حکیم میں واحد اور جمع کے صیغوں کا معجزانہ انتخاب بسا اوقات معاشرتی اصول و آداب اور حسن اخلاق کی تعلیم دینے سے تعلق رکھتا ہے۔
6. یہ حسن انتخاب عقائد، عبادات اور معاملات کے حوالے سے تعلیم و تربیت بھی فراہم کرتا ہے۔
7. بعض اوقات کسی مصلحت کی غرض سے قرآن کریم میں صیغہ واحد بول کر جمع اور کبھی اس کے برعکس بھی مراد لیا جاتا ہے۔
8. قرآن کے کچھ الفاظ ہمیشہ مفرد، کچھ ہمیشہ جمع اور کچھ مفرد اور جمع دونوں صورتوں میں استعمال ہوئے ہیں۔
9. قرآن کا یہ اسلوب بیاں عظمت و ہیبت، تعظیم و تحقیر، وسعت و تحدید، بشارت و انذار اور دوام و استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔
10. صیغہ واحد انفرادی جبکہ صیغہ جمع اجتماعی ذمہ داریاں بجالانے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔
11. واحد و جمع کا اسلوب بیاں قرآن میں تفکر و تدبر کی نئی راہیں ہموار کرتا ہے۔
12. اس اسلوب بیان سے ہدایت کا طالب ذاتی و اجتماعی اعتبار سے قرآن کے اوامر و نواہی کی تفہیم اور اہمیت سے آشنائی حاصل کر پاتا ہے۔
13. قرآن کریم میں اسلوب واحد و جمع لسانی یا علمی ابحاث کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کو تربیت اور ہدایت کی جانب گامزن بھی کرتا ہے۔

حوالہ جات

1 ۔الحاقۃ،69:12

2 ۔رازی، محمد بن عمر بن، فخر الدین، (دار احیاء التراث العربي، بیروت، الطبعۃ: الثالثۃ، 1420ھ،)624

3 ۔التوبۃ،62:9

4 ۔زمخشری، محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الأقاویل في وجوہ التأویل، (دار الریان للتراث بالقاھرۃ، دار الکتاب العربي، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1987ء،)285

5 ۔المومنون،50:23

6 ۔الانبیاء،91:21

7 ۔الحجرات،10:49

8 ۔الکشاف،366

9 ۔النمل،27:7

10 ۔ آلوسی، شہاب الدین السید محمود، روح المعاني في تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1994ء)157

11 ۔الحج،2:22

12 ۔الکشاف،43:3

13 ۔ اصفہانی، راغب، حسین بن محمد ،المفردات فی غریب القرآن (دمشق، بیروت، دار القلم، الدار الشامیہ، 1412ء)، 857

14 ۔التوبۃ،40:9

15 ۔ایضاً:178

16 ۔ایضاً:201

17 ۔علی الجارم و مصطفی أمین، النحو الواضح في قواعد اللغۃ العربیہ (الدار المصریۃ السعودیۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع)، ترقیم الکتاب موافق للمطبوع، 160:1

18 ۔الفراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ط2002ء)1/259

19 ۔الکوثر،108:1

20 ۔النحل،16:51

21 ۔ابراہیم،34:14

22 ۔محمد،15:47

23 ۔سورۃ الفاتحہ،4:1

[24] ۔صابونی، محمد علی، صفوۃ التفاسیر، (کراچی: مکتبۃ الاحسان، ط-ن، م 2021ء)، 21:1

[25] ۔آل عمران، 103:3

[26] ۔النور، 31:24

[27] ۔البقرۃ، 63:2

[28] ۔صفوۃ التفاسیر، 57:1

[29] ۔الغافر، 67:40

[30] ۔اندلسی، محمد بن یوسف، البحر المحیط (بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، 2003ء)، 453:7

[31] ۔البقرۃ، 164:2

[32] ۔الذاریات، 41:51

[33] ۔الحاقۃ، 6:69

[34] ۔روم، 46:30

[35] ۔الاعراف، 57:7

[36] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع صحیح البخاری، ترقیم فواد عبد الباقی: 1034

[37] ۔البحر المحیط، 641:1

[38] ۔البقرۃ، 213:2

[39] ۔الشوری، 13:42

[40] ۔صابونی، محمد علی، صفوۃ التفاسیر، 124:1

[41] ۔عمادی، محمد بن محمد، ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم، (بیروت، لبنان، دار الاحیاء والتراث العربی، ط-ن) 214:1

[42] ۔الانعام، 153:6

[43] ۔صفوۃ التفاسیر، 401:1

[44] ۔زمخشری، محمود بن عمر، تفسیر الکشاف، (بیروت، لبنان، دار المعرفہ، 2009ء) 413:2

[45] ۔سنن ابن ماجہ: ترقیم المکتبۃ الشاملۃ، 11

[46] ۔المائدہ، 16:5

[47] ۔ھود، 112:11

[48] ۔صفوۃ التفاسیر، 33:2

[49] ۔الاحزاب، 33:1

[50] ۔محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، (کراچی، ادارۃ المعارف، 2008ء)، 79-80، 6

[51] ۔المومنون، 47:23

[52] ۔صفوۃ التفاسیر،2:284

[53] ۔تفسیر کشاف،4:233

[54] ۔العصر،2:103

مصادر و مراجع

1. القرآن الکریم
2. ابن ماجہ، محمد بن یزید، ترقیم المکتبۃ الشاملۃ
3. 3. اصفہانی، راغب، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دمشق، بیروت، دار القلم، الدار الشامیہ، 1412ء
4. الفراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ط2002ء
5. اندلسی، محمد بن یوسف، البحر المحیط، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، 2003
6. آلوسی، شہاب الدین السید محمود، روح المعاني في تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1994ء
7. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع صحیح البخاری، ترقیم فواد عبد الباقی
8. رازی، محمد بن عمر بن، فخر الدین، دار احیاء التراث العربي، بیروت، الطبعۃ: الثالثۃ، 1420ھ
9. زمخشری، محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الأقاویل في وجوہ التأویل، دار الریان للتراث بالقاھرۃ، دار الکتاب العربي، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1987ء
10. زمخشری، محمود بن عمر، تفسیر الکشاف، بیروت، لبنان، دار المعرفہ، 2009ء
11. صابونی، محمد علی، صفوۃ التفاسیر، کراچی: مکتبۃ الاحسان، ط-ن، م2021ء
12. عمادی، محمد بن محمد، ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم، بیروت، لبنان، دار الاحیاء والتراث العربی، ط-ن
13. علی الجارم و مصطفی أمین، النحو الواضح في قواعد اللغۃ العربیہ، الدار المصریۃ السعودیۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ترقیم الکتاب موافق للمطبوع
14. محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، 2008ء